

# تعارف کتب

**تحدیدِ نسل** | مرتبہ: مولانا محمد جعفر پھلواری - ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، لاہور۔ قیمت ۱۲

تہذیبِ جدید کی ترقی کے بعد جتنے پیشہ رفتار تھے مسائل لوگوں کے سامنے آئے ان میں ایک تحدیدِ نسل بھی ہے مغربی ممالک میں اس مسئلہ کے موافق و مخالف دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اور دونوں طرف کے دلائل کھل کر لوگوں کے سامنے آگئے ہیں۔ پاکستان میں جب یہ مسئلہ لوگوں کے سامنے پیش ہوا تو مغربی ممالک کے مذہبی و اخلاقی رہنماؤں کی طرح یہاں کے اہل دین نے بھی اس پر اعتراضات کیے۔ زیرِ تبصرہ کتاب انہیں اعتراضات کے رد میں لکھی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ علماء و مفتی تفاضلوں کو نہیں سمجھتے اور قرآن و سنت سے انہوں نے اس کے خلاف جو استدلال کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس کتاب میں جتنے مباحث اٹھائے گئے ہیں چونکہ ان کی زیادہ تر بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات پر پوری طرح غور کیا جائے۔

کتاب کے مطالعہ کے بعد پہلا تاثر جو ذہن پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے دلائل میں جنہیں بار بار دہرایا گیا ہے۔ قرآن و سنت کے حوالوں کے بارے میں تو اس احساس کو اور بھی تقویت پہنچتی ہے۔ کتاب کے فاضل مرتب مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواری اس نکتہ کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب نفسِ مضمون سے متعلق آیات و احادیث کا ذکر آئے گا تو ظاہر ہے کہ ہر مضمون

میں خود ساختہ نئی آیتیں یا نئی حدیثیں نہیں لائی جاسکتیں۔ آیتیں بھی وہی ہونگی جو قرآن میں ہیں

اور حدیثیں بھی وہی ہونگی جو کتبِ احادیث میں ہیں۔“

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود

یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر اس کتاب کے سارے مقالہ نگاروں کی نگاہ پر پھر کر ایک ہی نوعیت کی آیا و احادیث پر کیوں مرکوز رہی۔ قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی کی جس فاضلانہ تصنیف نیل الاوطار سے ان حضرات نے تحدید نیل کا جواز نکالا ہے اسی میں نہایت واضح الفاظ میں اس کی مخالفت بھی موجود ہے اور عزل کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس میں نقل ہوا ہے کہ یہ الواؤد الخفی دور پر وہ اولاد کشتی ہے۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار جزو پانچ ص ۲۰۹ باب ما جلد فی العزل۔

پھر اس سے بھی زیادہ ایک تعجب انگیز بات یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر ایک مقالہ نگار سے حدیث کے نقل کرتے ہیں سہو ہو گیا ہے تو سب نے وہی غلطی کی ہے اور خود کتاب اٹھا کر دیکھنے کی قطعاً زحمت گوارا نہیں کی۔

خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے مرحوم نے اپنے مضمون میں بخاری شریف کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی روایت نقل کی ہے۔ مگر شروع میں جو الفاظ تھے اور جو درحقیقت اس کے پس منظر کو واضح کرتے ہیں انہیں حذف کر دیا ہے۔ اصل حدیث یوں شروع ہوتی ہے: وعن ابی سعید قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة بنی المصطلق فاصبنا سبیئاً من العرب فاشتھبنا النساء فاشتدت علینا العزبة و احببنا العزل۔۔۔۔۔ (ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق کے لیے نکلے، لڑائی میں عرب کی قیدی عورتیں ہاتھ آئیں۔ مسافرت کی حالت میں) تجر وہم پر شاق گذر رہا تھا۔ ان عورتوں سے ہم نے تمتع کرنا چاہا اور ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ ان سے عزل کریں۔۔۔۔۔ (م۔)

دلوں کے راز تو اللہ ہی جانتا ہے مگر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب نے روایت کے اس حصے کو اس لیے نظر انداز کر دیا کہ اس کے پوچھنے ان کا مقصد پورا نہ ہو سکتا تھا۔ یہاں عزل کا ذکر ان عورتوں سے متعلق ہے جو میدان جنگ میں قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھیں اور مسلمان عزل اس لیے کرنا چاہتے تھے کہ اگر وہ حاملہ ہو گئیں اور ان سے اولاد ہو گئی تو پھر انہیں ہمیشہ کے لیے رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ شریعت کی رو سے جب کوئی اپنی مالک کے بچہ کی ماں

ہو جائے تو پھر اس کی بیع و شریٰ ناجائز ہو جاتی ہے۔ یہ بالکل ایک استثنائی صورت تھی جسے بڑی ہوشیاری کے ساتھ عمومیت کا رنگ دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک عجیبی منسوب کی گئی ہے جس کے کتاب کے سارے مقالہ نگار یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور نے قلت مال اور کثرت اولاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی تھی۔ اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبعوذ من جھد البلاء ودرک الشقاء و سوء القضاء و شامتہ الاعداء (بخاری، کتاب الدعوات)۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تنگ حالی سے اور ہلاکت میں پڑنے سے اور بد قسمتی سے اور دشمنوں کی خندہ زنی سے۔ فاضل مقالہ نگاروں کے قلم کی کرشمہ سازی دیکھیے کہ انہوں نے حدیث کے راوی حضرت سفیان کے یہ الفاظ حذف کر دیئے ہیں کہ الحدیث ثلث زدت انا و احدى لا ادری اینھن ہی۔ یعنی حضور سے تین فقرے منقول ہوئے تھے، ایک فقرہ میں نے بڑھا دیا اور اب مجھے یاد نہیں ہے کہ میرا بڑھایا ہوا فقرہ کونسا ہے۔ اس سے حدیث کی صحت خود ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو الفاظ حضور سرور دو عالم کی طرف منسوب کیے گئے ہیں ان میں بھی تمام مضمون نگاروں نے علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا کسی نے یہ ثبوت نہیں کیا کہ ان روایات کا حوالہ دیا جائے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ”بہد البلاء“ سے مراد ”قلت مال اور کثرت عیال“ بیان فرمائی ہو۔ حدیث کی کتابوں میں یہ تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں: قیل المواد جھد البلاء قلت المال و کثرة العیال کذا جاء عن ابن عمر۔ فتح الباری جزو ۲۶۔ کتاب الدعوات التبعوذ من جھد البلاء، ”کہا گیا کہ جھد البلاء سے مراد مال کی قلت اور اولاد کی کثرت ہے۔ یہ ابن عمر سے منقول ہے۔“

اسی طرح علامہ نووی تشریح مسلم میں فرماتے ہیں: واما جھد البلاء فرودی عن ابن عمر۔ ائدہ فسرہ بقلد المال و کثرة العیال (شرح مسلم نووی باب الدعوات و استعوذ)۔ جھد البلاء کی تشریح ابن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اس سے مراد ہے قلت مال اور کثرت عیال۔ مشکوٰۃ اور بخاری ہر دو

کتب کے حاشیہ پر یہ الفاظ درج ہیں :

وقیل قلة المال وکثرة العیال - یہاں بھی "قیل" کہا گیا ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ بلکہ کسی اور نے کہی ہے۔ اب یہ کس قدر زیادتی ہے کہ بلا کسی ثبوت کے ایک بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی جائے۔ اور پھر اس سے ایک حکم شرعی نکلنے کی کوشش کی جائے

ناضل مضمون نگاروں میں سے بیشتر حضرات نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ غزوہ بنی مصطلق میں صحابہ نے عرب کی قیدی ہوئی عورتوں سے عزل کیا اور پھر حضور پر در کائنات سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: لا علیکم الا تفعلوا۔ اس کی شرح میں علامہ نووی فرماتے ہیں:۔ معناه ما علیکم ضرر فی ترک العزل لان کل نفسی قد رانہ اللہ تعالیٰ خلقها لا یدان یخلفها سوا عن لثم امر لا و ما لہ لقیہ رخلعہا لا یقع سوا عن لثم امر لا فلا فامذہ فی عن لکم۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اگر عزل نہ کرو تو کوئی نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کی پیدائش تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہ خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو وہ تو بہر صورت پیدا ہو کر رہے گا۔ اور جس کی پیدائش مقدر نہیں ہے وہ خواہ تم عزل کرو یا اس سے باز رہو۔ وہ بہر حال پیدا نہیں ہوگا۔ پھر عزل کا کیا فائدہ؟

تخریب نسل کے ناضل مضمون نگاروں نے "لا علیکم الا تفعلوا" کو صرف تعجب تک محدود رکھا ہے، حالانکہ نووی کے قول کے مطابق حضور نے ایک زبردست حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ نیل الاوطار ہی میں مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

لو ان الماء الذی یکون منہ الولد اخرج علی صخرة لا خوج اللہ منہا ولداً۔ اگر اس راہ نہ ہو یہ ہے

جس سے بچہ ہونا ہے اسے تم چٹان پر بھی گرا دو تو اس سے بچہ پیدا ہوگا۔

لا علیکم الا تفعلوا کی تشریح میں دوسرے اکابر ملت کے بھی بشیہارا تو الی موجود

ہیں۔ مثلاً قال ابن سیرین ہذا اقرب الی النہی (نیل الاوطار) ابن سیرین

نے کہا۔ یہ قریب قریب ممانعت ہی ہے۔ وحکی ابن عون عن الحسن انہ قال والله لکان  
 زجراً نزل الاوطار ابن عون عن الحسن نے کہا کہ خدا کی قسم یہ زجر ہے۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک  
 شخص نے حضور سے عرض کی کہ میں اپنی لونڈی سے عزل کرتا ہوں تاکہ وہ حاملہ نہ ہو جائے۔ تو آپ نے  
 فرمایا کہ اس طرح اللہ نے جو پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اسے تم روک نہیں سکتے۔ اس کے بعد وہ  
 پھر آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میری لونڈی جس کا میں نے ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی ہے تو آپ نے ارشاد  
 فرمایا۔ انا عبد اللہ وس مولہ (باب العزل)

ابن حزم اور ابن حبان ہر دو عزل کی حرمت کے قائل ہیں۔

علامہ نووی اگرچہ اس حد تک تو نہیں گئے۔ مگر یہ ضرور فرماتے ہیں:۔ وهو مکروه عندنا فی  
 کل حال وکل امرأة سواء رضیت ام لا۔ لانه طریق الی قطع النسل۔ یہ فعل ہمارے نزدیک ہر حال  
 میں مکروہ ہے۔ اور ہر عورت کے معاملہ میں مکروہ ہے۔ خواہ عزل اس کی رضامندی سے کیا جائے  
 یا ناراضی سے کیونکہ اس قطع نسل ہوتا ہے اس کے بعد تمام احادیث میں اتنی کتنے پڑے وہ تمطرات میں بیان و رد فی لہی  
 محمول علی کما ہذا التذنیۃ وما رد فی الاذن فی طلاق محمول علی انہ لیس بحرام و لیس عنہ نفي المکراہۃ ردی با حکم العزل  
 کیونکہ جو روایات ممانعت میں وارد ہوئی ہیں وہ کراہت تنزیہی کے معنی میں ہیں اور جن میں اجازت  
 آتی ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور کراہت کے منافی بھی نہیں۔“

لا علیکم الا تفعلوا کی سچیدہ بحث کے بعد علامہ شوکانی میں فرماتے ہیں:

فاقسم ثبوت الخوج فی فعل العزل۔ (باب ما جاء فی العزل۔ جزو خامس ص ۷۱)

کتاب کے فاضل مقالہ نگاروں کو نیل الاوطار میں حضرت عمر فاروق کی یہ حدیث تو نظر آگئی  
 کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعزل عن الحرة الا باذنها لیکن انہیں اسی حدیث  
 کے سلسلہ میں امام شوکانی کا یہ قول نہ بل سکا جو اس کتاب میں درج ہے:

وحدیث عمر بن الخطاب فی اسنادہ ابن لہیعہ و فی مقالہ عنہ۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ

لہ ممکن ہے بعض حضرات داؤد لغنی والی حدیث کو بھی ضعیف کہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ مگر اس کے متعلق حافظ

ہے اور اس کے معتبر ہونے میں جو کلام کیا گیا ہے وہ سب کو معلوم ہے :

وَقَبِيحٌ مَا شِئْنَا مِنْهُ سَابِقًا، ابْنِ عَبَّاسٍ كَقَوْلِ أَبِي : وَهَذَا دَفْعٌ لِلْحَادِيثِ الْمَعْجِزَةِ بِالتَّوَهُّمِ لِرِيحِ مَعْصَمٍ كَيْفَ بِنَا  
 بِرِصْحِ إِعَادِيثٍ كَرُودِ كَرْنَاهِ، - بعض حضرات اسی عزل کو بالکل مباح ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث بھی  
 پیش کرتے ہیں : قَالَتِ الْيَهُودُ: الْعِزْلُ الْمَوْدُودَةُ الصَّغْرَى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذِبٌ بَعْدُ  
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَوَارِدَانِ يَخْلُقُ شَيْئًا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدٌ أَنْ يَصْرِفَهُ رِوَاةُ أَحْمَدَ وَابُدُولُودَ بِحِوَالِهِ  
 بِنِيلِ الْأَوْطَارِ، - یہودی کہتے تھے کہ "عزل چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنا ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس پر ارشاد فرمایا: یہود نے جھوٹ کہا۔ اگر خدائے بزرگ و بزرگسی نفس کی پیدائش کا ارادہ کرے تو کوئی  
 اُسے روک نہیں سکتا۔

اس کی جو تشریح علامہ ابن حجر نے کی ہے اُس کو کبھی پوری طرح ذہن میں رکھنا چاہیے : الَّذِي كَذَّبَ  
 فِيهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ، هُوَ زَعَمَهُمُ أَنَّ الْعِزْلَ لَا يَتَبَوَّرُ مَعَهُ الْحَمْلُ أَصْلًا وَ  
 جَعَلُوهُ بِمَنْزِلَةِ قَطْعِ النَّسْلِ بِالْوَادِ فَكَذَّبَهُمْ وَأَخْبَرَانَهُ لَا يَمِيعُ الْحَمْلُ إِذَا شَاءَ اللَّهُ خَلْقَهُ  
 وَإِذَا لَمْ يَرِدْ خَلْقُهُ لَمْ يَكُنْ وَأُذًا حَقِيقَةً وَإِنَّمَا وَادُ أَخْفِيهِ فِي حَدِيثٍ جِدَامَةٌ لَانَ الرَّجُلِ إِنَّمَا  
 يَعْزِلُ هَرَبًا مَنِ الْحَمْلُ فَاجْوَى قَصْدَهُ لِنَدَالِكِ مَجْرَى الْوَادِ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بنا پر یہودیوں  
 کو جھوٹا کہا ہے وہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک عزل کے معنی گویا یہ تھے کہ اس کے بعد حمل ٹھیرنے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا  
 اس وجہ سے وہ لمبے ویسا ہی قاطع نسل سمجھتے تھے جیسے زندہ درگور کرنا حضور نے ان کی اسی بات کو جھٹلایا اور کہا کہ  
 اگر اللہ کسی نفس کی پیدائش کا ارادہ کرے تو پھر حمل میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی اور اگر وہ ارادہ نہ کرے تو کچھ نہیں ہو  
 سکتا۔ اور یہ ہے تو حقیقتاً قتلِ اولاد ہی لیکن وادُ تخی ہے جیسا کہ جذامہ والی حدیث میں آیا ہے۔ کیونکہ جو آدمی  
 عزل کرتا ہے وہ حمل سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کا مقصد وہی ہے جو زندہ درگور  
 کرنے والوں کا مقصد تھا :

علامہ ابن حجر کی اس تشریح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور نے دراصل یہودیوں کی جس بات کو جھوٹا کہا ہے وہ  
 یہ نہیں تھی کہ "عزل قتلِ اولاد" کا ہم معنی ہے، بلکہ دراصل آپ نے ان کے اس خیال کو جھٹلایا تھا کہ عزل سے واقعی  
 رہتی ہے۔

اس کتاب کے فاضل مرتب جناب مولانا جعفر شاہ صاحب خود ۱۵۵ اور ۶۵ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حضور سرور کائنات کے دور میں کثرتِ آبادی کا کوئی مسئلہ نہ تھا، بلکہ اُس وقت کے حالات کے مطابق حضور نے مسلمانوں کو آبادی بڑھانے کی ترغیب دی اور فرمایا: "تنا کحوا تکما شروا"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور سرورِ دو عالم نے عزل کی اگر کبھی اجازت دی بھی تو وہ محض استثنائی صورت تھی، ورنہ حضور نے تحدیدِ نسل کی کوئی تحریک اٹھانے کی طرف کبھی اشارہ نہیں کیا۔ جب آبادی پہلے ہی کم ہو گئی تو اگر کسی شخص یا چند اشخاص کو عزل کی اجازت ملتی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اجازت عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ اس بنا پر ان مخصوص رخصتوں کی بنیاد پر ایک اجتماعی تحریک چلانے کے لیے حدیث سے مندرجہ جواز حاصل کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس کی ایک عالمِ دین سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ پھر اہون البیتین کے معاملے میں جو استدلال جناب خلیفہ عبدالحکیم صاحب مرحوم نے اپنے مضمون میں کیا ہے اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ خلیفہ صاحب اسی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنا بھی ضروری ہے اور ضبطِ ولادت میں بدکاری بڑھنے کا خطرہ

بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہون البیتین کیا ہے؟ (مقام)

اہون البیتین سے شریعت میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ ناگزیر برائوں میں اگر آدمی گھر کر یا نکل مجبور ہو جاتے اور ان سے مفر کی کوئی صورت بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ کم تر درجہ کی برائی کو قبول کر لے۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر کثرتِ آبادی زنا کے مقابلے میں اہون البیتین کے تحت کیونکر آتی ہے۔ اول تو یہ مسئلہ اس قدر شدید نہیں جتنا کہ اس کو سمجھا جا رہا ہے۔ خارجی محرکات مثلاً مادیت پرستی، ہوس زر، خدا سے عدم تعلق اور مغرب

وحاشیہ صفحہ سابق، اولاد کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حضور نے اُن کے اس اعتقاد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کی پیدائش کا ارادہ رکھتا ہو تو کوئی اسے اپنے اس ارادہ سے روک نہیں سکتا۔ یہاں عزل کے قاتل اولاد ہونے کی نفی نہیں بلکہ حقیقت اس کے مانع عمل ہونے کی نفی ہے اور علامہ ابن حجر کے قول کے مطابق عزل ہے تو حقیقتاً وادہی البتہ یہ ہے "وَادِخْفِي" کیونکہ واد میں دو چیزیں ہوتی ہیں قصد اور فعل اور عزل میں صرف قصد ہوتا ہے۔

کی ذہنی غلامی نے اس مسئلہ کے اندر شدت پیدا کر دی ہے۔ دوسرے اس مسئلہ کو لازمی طور پر قطع نسل سے ہی حل نہیں کیا جاسکتا بلکہ انسان کی قوتِ فکر و عمل نے خوراک میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور ابھی اس کے بے پناہ امکانات موجود ہیں۔ یہ محض ایک خود ساختہ خوف ہے جس کو اپنے اوپر طاری کر کے ایہوں البلیتین کی رخصت سے فائدہ اٹھانے کی تدبیر کی جا رہی ہے۔ تاہم اگر یہ مان لیا جاتے کہ کثرتِ آبادی واقعی کوئی خطرہ ہے تو اسے بڑا خطرہ سمجھنا اور اس کے مقابلے میں ساری قوم کے اندر زنا پھیل جانے کے خطرے کو ہلکا سمجھ کر قبول کر لینا اسلامی طریقِ فکر نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے عالمی مردم شماری کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے اس خطرہ کا اظہار کیا ہے کہ ہر روز ہزار ہا نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ آبادی کی اس رفتار سے ایک دو صدی کے بعد دنیا میں صرف کھڑے ہونے کے لیے جگہ رہ جائے گی اور غذائی اور تعلیمی حالت کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ شاہ صاحب سے زیادہ اس حقیقت سے کون واقف ہے کہ یہ محض ایک خیالی خطرہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر آبادی بڑھ رہی ہے تو وسائلِ رزق میں بھی حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے اور اب تو سائنس دانوں نے اس بات کا کھوج لگا لیا ہے کہ سمندر بھی انسان کی روزی کا وافر سامان مہیا کر سکتا ہے۔ کائنات کے متعلق یہ سکونی (STATIC) نقطہ نظر ان حضرات کو زیب نہیں دیتا جو دین کے بارے میں اتنے انقلابی (REVOLUTION) ہوں کہ بنیادوں تک کو تبدیل کر دینے میں انہیں کوئی نعلش محسوس نہ ہو۔ بے جا نہ ہو گا اگر وسائلِ رزق کے بارے میں ہم مغرب کے ہی ایک گل سرسید کے خیالات درج کر دیں۔

” انسان و مسائل زمین کو گذشتہ پچاس ہزار برس سے مسلسل استعمال کرنا چلا آرہا ہے۔

لیکن اس دنیا میں جتنے انسان آج بس رہے ہیں اور انہیں جتنی سہولتیں آج میسر ہیں کبھی نہیں ہوئیں، اور دورِ جدید میں ان ذرائع و وسائل کو بڑھانے کے لیے حالات جس قدر دورِ حاضر میں روشن نظر آتے ہیں کبھی پہلے نہ تھے۔ اگر ہم کلاسیکی معیشت دانوں اور مالٹس کے متعزین کے مطابق یہ تسلیم کر لیتے کہ زمین کی بنیادی خصوصیات میں گذشتہ پچاس ہزار سالوں میں کوئی



تبدیلی نہیں ہوتی تو پھر انسان اب تک دنیا سے ناپید ہو چکے ہوتے۔ حقیقت اس نظریہ کے بالکل برعکس ہے۔ انسان کے پاس گذشتہ پانچ سو صدیوں کے مقابلے میں ذرائع و وسائل نسبتاً کہیں زیادہ ہیں کیونکہ اُس کی علمی اور فنی تحقیقات نے اسے قدرت کے ان عطیات سے فائدہ اٹھانے کے نئے نئے طریقوں سے بہتر طور پر آشنا کر دیا ہے۔ اور جتنی معرفت کے ساتھ یہ وسائل ختم ہو رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ برق رفتاری کے ساتھ وہ ان نئے نئے طریقوں کو دریافت کر رہا ہے۔

(ڈبلیو، پیچ، یونیورسٹی آف کراچی)

اس کتاب کے بعض پہلو بڑے ہی افسوسناک ہیں۔ ان میں بعض تو اس نوعیت کے ہیں کہ عقل انہیں باور نہیں کر سکتی۔ یہ شاید تجد و پسندی کا اثر ہے کہ اس میں دین کی بعض بنیادی تعلیمات تک کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس کام میں سب سے زیادہ حصہ ایک عالم دین کا ہی ہے

کتاب کے ۲۹۰ پر نقدیر کے بارے میں چند فقرے دیتے گئے ہیں جو درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ مثلاً توکل علی اللہ اصل ایمان ہے، اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھنا چلیے اور آنے والی روح تو پہر حال آکر رہتی ہے، دین کے اندر مسئلہ تقدیر کو جو مقام حاصل ہے اُس سے کون سا مسلمان ناواقف ہے۔ اس کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”عذباتی اور خوش اعتقادانہ تصورات تو یہی ہوتے ہیں“ (۲۹۰)

مولانا محترم ضابطہ تولید کے معاملے میں عذبات سے اتنے مغلوب ہو گئے ہیں کہ انہوں نے بعض روزمرہ کے مشاہدات سے بھی صرف نظر کر لیا ہے۔ معیشت کی بنیادی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

”قوم کو صرف اخلاقی درس اور وہ بھی ایک طرفہ درس دینا بے کار ہے اسے پہلے

اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لیے معاشی سہارا بھی چاہیے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے نہ کلمہ پڑھایا جاتا ہے، نہ نماز روزہ سکھایا جاتا ہے۔ پہلے اُسے دودھ دیا جاتا ہے ہماری مملکت پاکستان بھی اس وقت نوزائیدہ بچہ ہے۔ اسے پہلے معاشی سہارا دیجیے اس کے بعد اخلاقی و عظیم فرمائیے۔ (ص ۵۷)

مسلمانوں کے عام گھروں میں تو سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان اور تکبیر ہی کہی جاتی ہے اور اسے اس اعتبار سے سب سے پہلے اخلاقی و عظیم ہی سنا یا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ تجدد پسندوں کے حلقے میں یہ معاملہ نہ ہوتا ہو۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا مانند سلمانی!

مقالہ نگاروں میں دو حضرات مصری ہیں ان میں سے ایک کو اخوان المسلمین کا رکن بتایا گیا ہے۔ ہمارے دل میں اخوان کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن اخوان کے ہر رکن کے ہر قول و عمل کو ہم معیار حق و باطل نہیں قرار دے سکتے۔ نامناسب نہ ہو گا اگر بات ختم کرنے سے پیشتر ہم ایک آدھ مثال اس طرز امتثال کی بھی پیش کر دیں جس سے اس کتاب میں فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

فاضل مقالہ نگار تجدد پسندوں کے حق میں مندرجہ ذیل حدیث سے جواز حاصل کرتے ہیں:

”بروز حشران دو انگلیوں۔ انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی۔ کی طرح

میں اور وہ بیوہ عورت قریب قریب ہوں گے جو عزت و حسن رکھنے کے باوجود

اپنے بن باپ کے بچوں کی خاطر عقد ثانی سے، اس وقت تک بازر ہے جیت تک

وہ بڑے ہو جائیں یا بقضائے الہی فوت ہو جائیں اور ان کی خدمت کرتے کرتے

اس کے چہرے کا رنگ بدل جائے۔ (ص ۴۹)

پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ عقد ثانی نہ کرنا فریضہ اور لا وکرو وجود میں آنے سے روکنا ہے لیکن

اسے یہاں پسندیدہ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے بشرطیکہ مقصد موجودہ اولاد کی عمدہ تربیت ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ منانحت کا مقصد محض کثرت اولاد نہیں بلکہ تربیت اولاد ہے۔ اگر اولاد تھوڑی مگر تربیت یافتہ ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کثیر تعداد میں ہو اور تربیت کا کوئی سامان نہ ہو۔ پس آج بھی اگر زندوں کو زندہ رکھنے کی خاطر فریڈروجن کو آنے سے روک دیا جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ قربِ نبوی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ مقصد بے شمار افراد پیدا کرنا نہیں بلکہ ایسے افراد پیدا کرنا ہے جو معاشرے کے لیے باعثِ فخر ہوں، خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔“

۴۹

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا  
بہری کتاب اسی قسم کے عجیب و غریب دلائل سے بھری پڑی ہے۔